سات حرفوں پر قرآن حکیم کے نازل ہونے کے اسباب اور اسکی حکمتیں

REVELATION OF QUR'AN IN SEVEN DAILECTS AND ITS WISDOM

Abdul Wahhab
Research Scholar, Faculty of Islamic Studies, University of Karachi.
Safia Aftab
Department of Urdu, University of Karachi.

ABSTRACT

Allah has revealed Holy Quran to guide and transform the lives of human being. According to Hadith, Quran was revealed in seven dialects because it is the name of wisdom. So, seven alphabets have numerous philosophies and benefits embedded in them. In this article introduction of Quran along with literal and figurative meanings have been elaborated. Details of seven alphabets have been explained vividly besides literal and figurative meanings of seven alphabets have been expounded. After that three important axioms of savants have been narrated. Amongst them, Imam Razi's axiom is cited specially. In the last, modern axiom is given with explanation in a lucid way. A part from that, the logics and reasons behind the revelation of Quran in seven dialects have been deliberated including revelation of Quran in Arabic language, affection of the Holy Prophet (P.B.U.H) for Ummah, convenience for Muslim Nation, satisfaction for nature, eradication of linguistic bias amongst Arabs, consensus of two commands, narration of two commands of different versions. Abundance of virtues, legitimacy of Qur'an, statures of readers and replicators of readers and others have been mooted exhaustively. In the end, article is summarized in the light of modern era.

KEYWORDS: Dailects of Qur'an, Seven versions of Qur'an, Meaning of seven Dailects of Qura'n, Sabaytu Ahruf, Revelation of Qur'an on seven way.

کلیدی الفاظ: قراءت سبعہ، سات حرفوں، قّانیتِ قرآن، قاریٔ قرآن، ناقلینِ قراءت، کلام اللہ

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت و کامرانی اور فلاح دارین کے لئے قرآن حکیم نازل فرمایا، اور قرآن حکیم کا نزول ازروئے حدیث سات حرفوں پر ہوا، اور چونکہ قرآن صفت حکیم کے ساتھ متّصف ہے، اسی لئے سات حرفوں پر نازل ہونے میں بے شمار حکمتیں اور فوائد پنہاں ہیں۔ اس تحقیق میں ہم نے پہلے قرآن کا تعارف، قرآن کے لغوی اور اصطلاحی معنٰی کو بیان کیا ہے، پھر سبعۃ احرف کی تفصیل کے ساتھ وضاحت کی ہے، نیز سبعۃ احرف کے معنٰی کو بیان کرتے ہوئے حرف کے لغوی اور مجازی معنٰی کو بیان کیا ہے، پھر سبعۃ احرف سے متعلق اقوال بیان کرتے ہوئے تین مشہور اقوال کو بیان کیا ہے، جس کے ذیل میں امام رازیؒ کے قول کو بھی

خصوصیت کے ساتھ بیان کیا ہے، آخر میں قول جدید بیان کرنے کے بعد قول جدید کی تشریح دلنشین انداز میں تحریر کی ہے۔

علاوہ ازیں قرآن کے سات حرفوں پر نازل ہونے کے اسباب اور حکمتوں کا بیان ہے، جس کے ذیل میں قرآن کے عربی زبان میں نزول، حضور ﷺ کا امت پر شفقت کا اظہار، امت اسلامیہ کیلئے سہولت کا پیدا کرنا، فطرتِ سلیمہ کی تسکین، عرب کے قبائل کے درمیان لسانی تعصّب کا انسداد، دو مختلف حکموں کا اجتماع، دو مختلف الجہت حکم کا بیان، ثواب کی کثرت، حقّانیتِ قرآن، قاریٔ قرآن وناقلینِ قراءت کے مرتبہ کا اظہار جیسی حکمتوں پر تفصیلی گفتگو کرنے کے ساتھ موجودہ حالات کے تناظر میں خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔

قرآن کا تعارف

قرآن کے لغوی معنیٰ

لفظ قرآن لغوی اعتبار سے مصدر ہے جو کہ قراءات کا مترادف ہے، پھر اس معنٰی مصدری کو "ایسے کلام جو کہ معجز ہے اور حضور اکرم ﷺ پر نازل ہوا ہے۔(اطلاق المصدر علیٰ مفعول) قاعدہ کے تحت اس کا نام بنادیا گیا۔

قرآن کے اصطلاحی معنیٰ

اصطلاحی اعتبار سے قرآن باری تعالیٰ کا کلام ہے جو کسی انسان کے کلام کی طرح نہیں ہے اور یہ کلام، موضع شک وشبہ سے بالا ہے۔ عربی لغت کے ماہرین، فقہاء اور علمائے اصولیین قرآن کی تعریف اس طرح فرماتے ہیں:

(الکلام المعجزالمنزل علی النبیﷺ المکتوب فی المصاحف،المنقول بالتواتر، المتعبدبتلاوتہ) [1]

"قرآن ایک ایسا کلام ہے جو کہ معجز ہے، حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ پر نازل ہوا ہے، مصاحف میں لکھا ہوا ہے، ہم تک تواتر کے ساتھ نقل ہوتا چلا آرہا ہے، اور جس کی تلاوت کا حکم دیا گیا ہے۔"

سبعۃ احرف کا مفہوم

حدیث سبعۃ احرف جو کہ متواتر ہے، اس حدیث میں سبعۃ احرف سے کیا مراد ہے؟ اور اس کا کیا مفہوم ہے؟ اس کے بارے میں قرونِ اولی سے لیکر موجودہ زمانے تک علماء واہلِ دانش کے درمیان آراء کا شدید اختلاف پایا جاتا ہے، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ عہدِ نبوی ﷺ میں سبعۃ احرف کی وضاحت نہ ہو سکی، نہ ہی صحابہؓ نے دریافت کیا اور نہ ہی حضور اکرم ﷺ نے قولی وضاحت فرمائی۔ اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ سبعۃ احرف کا مفہوم عہدِ نبوی ﷺ میں کسی کو معلوم ہی نہ تھا، بلکہ صحابہؓ کے درمیان تو سبعۃ احرف کا مفہوم اتنا واضح اور بدیہی تھا کہ ان کو سوال کرنے کی حاجت ہی نہ تھی۔

بہر حال عہدِ نبوی ﷺ میں سبعۃ احرف کی عملی وضاحت تو تھی لیکن قولی وضاحت نہ ہو سکی، اسی طرح عہدِ صحابہؓ میں بھی قولی وضاحت نہ ہو سکنے کی وجہ سے سبعۃ احرف کا مفہوم واضح نہ ہو سکا۔ بعد میں آنیوالے زمانے میں جب ہر منقولی چیز کو کسوٹی پر پرکھا جانے لگا اور جانچنے کے پیمانے تیار ہونے لگے تو ہر منقول شدہ چیز کو وضاحت کی حاجت ہوئی، اور چونکہ سبعۃ احرف کی تشریح ما قبل کے

زمانے میں نہ ہو سکی تھی، اسی لئے یہ مسئلہ بعد میں آنیوالے حضرات کی لئے ایک معرکۃ الآراء مسئلہ بن گیا۔ پھر ہر وہ شخص جس نے سبعۃ احرف کی تشریح کی یا اس کے معنٰی متعین کرنے کی کوشش کی ان میں سے اکثر حضرات نے جن کا ذوق اور فنّی مہارت جس علم سے وابستہ ہوئی، سبعۃ احرف کو اسی علم کے معنٰی پہنانے کی انہوں نے کوششیں کیں، جبکہ ان حضرات میں سے بعض ایسے بھی تھے جنہوں نے انتہائی بحث و تمحیص اور برسوں کی ریاضت کے بعد کسی چیز سے متاثر ہوئے بغیر سبعۃ احرف کے مفہوم کی وضاحت میں ایک دوسرے سے فائق ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر اور اجر جزیل عطاء فرمائے ان تمام حضرات کو جنہوں نے نیک نیتی کے ساتھ کسی بھی طرح سبعۃ احرف کے مفہوم کو واضح کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔

اب ذیل میں ہم ''سبعۃ احرف'' کے معنٰی کو بیان کرینگے، پھر سبعۃ احرف سے متعلق آراء کو بیان کرینگے اور آخر میں اپنی رائے کے اظہار کے ساتھ وجہ ترجیح بھی بیان کرینگے۔

حرف کے معنٰی

لغوی اعتبار سے حرف تقریباً چھ معنٰی میں استعمال ہوا ہے۔(۱)طرف (۲)کنارہ (۳)حد (۴)حافہ (۵)وجہ (۶)کسی چیز کا ٹکڑا۔ اسی لئے حروف ہجاء میں سے کسی ایک کو بھی حرف کہتے ہیں گویا وہ بھی کلمہ کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے۔۲

امام دانیؒ فرماتے ہیں حدیث میں جو احرف ہے اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں:

(۱) وجہ: یہ لغوی معنی ہیں اور دلیل میں فرماتے ہیں باری تعالیٰ کا قول ہے (ومن الناس من یعبداللہ علیٰ حرف) بعض لوگ اللہ کی عبادت ایک وجہ پر کرتے ہیں۔ پھر اس کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ اگر اس کو خیر حاصل ہوتی ہے تو ایمان پر جما رہتا ہے اور عبادت کرتا رہتا ہے اور اگر سختی اور نقصان کی حالت پیش آتی ہے تو کفر کو اختیار کر لیتا ہے اور عبادت چھوڑ دیتا ہے۔

(۲) قراءات: یہ مجازی معنی ہیں اور دلیل اس کی یہ ہے کہ اہلِ عرب کی یہ عادت ہے کہ کبھی وہ کسی شئی کا وہ نام بھی رکھ دیتے ہیں جو اس کے جزو یا مقارب و مناسب یا سبب یا اس سے تعلق رکھنے والی چیز کا نام ہوتا ہے۔ لہٰذا چونکہ مختلف قراءتیں حرف ہی میں تغیر ہونے سے پیدا ہوتی ہے، اس لئے عرب کی عادت کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے قراءت کو مجازاً حرف فرمادیا پس یہاں کل کی بجائے جزو کا نام استعمال کیا ہے۔۳

امام دانیؒ کے قول کو نقل کرنے کے بعد امام جزریؒ فرماتے ہیں حدیث میں دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں، لیکن قوی بات یہ ہے کہ حدیث (انزل علی سبعۃ احرف) میں تو احرف سے وجوہ مراد لی جائے اور حضرت عمرؓ کے قول (سمعت ھشاماً یقرأ سورۃ الفرقان علیٰ حروف کثیرۃ) میں حروف سے مراد قراءات لی جائے۔۴

ہم نے یہاں حرف کے لغوی معنی میں سے حروف ہجاء کا ایک حرف انتخاب کیا ہے اور اس انتخاب کی وجہ ہم اپنا قول پیش

کرتے ہوئے بیان کرینگے۔

سبعۃ احرف کے متعلق اقوال و آراء

سبعۃ احرف سے متعلق بہت سے اقوال اور آراء ہیں یہاں تک کہ ابنِ حبانؒ نے پینتیس اقوال شمار کئے ہیں۔ جبکہ علامہ سیوطیؒ نے چالیس اقوال بیان کئے ہیں۔ ۵ ان اقوال میں سے بعض اقوال ایسے ہیں جن کی کوئی دلیل موجود نہیں حتّٰی کہ وہ اقوال حدیث کے مضمون کے مخالف نظر آتے ہیں اور وجہ اس کی یہی ہے کہ جو شخص جس علم سے وابستہ رہا اس نے سبعۃ احرف کو اسی علم کا لبادہ اڑھانے کی کوششیں کیں۔ بہر حال ہم ان میں سے چند مشہور اقوال کا یہاں تذکرہ کرتے ہیں۔

پہلا قول: سبعۃ احرف سے مراد ایسی سات وجہیں ہیں جو معانی کے لحاظ سے متفق ہوں لیکن الفاظ مختلف ہوں جیسے: (اقبل، تعال، ھلم، عجّل اور اسرع) یہ سب معانی کے لحاظ سے تو متفق ہیں لیکن الفاظ کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ ٦ یہ قول سفیان بن عیینہؒ، ابن وہبؒ کی طرف منسوب ہے، علامہ ابن عبد البرؒ یہاں تک فرماتے ہیں کہ اکثر علماء کا یہی قول ہے، اور اسی قول کو مناع قطانؒ، حافظ ابن حجرؒ، شبیر احمد عثمانیؒ اور خلیل احمد سہارنپوریؒ نے ایک قول کے مطابق اختیار کیا ہے۔

دوسرا قول: سبعۃ احرف سے مراد قبائل عرب کی سات لغات ہیں جو قرآن کریم میں متفرق طور پر پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ قول امام ابو عبیدؒ کی طرف منسوب ہے، اور اکثر اہل علم کا میلان بھی اسی طرف ہے۔ ۷

تیسرا قول: سبعۃ احرف سے مراد اختلافِ قراءت کی سات نوعیتیں ہیں یعنی جتنی قراءتیں پائی جاتی ہیں ان میں جو اختلافات ہیں وہ سات اقسام پر منحصر ہیں۔ یہ قول علماء کی ایک بہت بڑی جماعت کا ہے۔ اور اکثر اہل علم نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ ۸

امام رازیؒ کا قول

(۱) اسماء کا اختلاف: جس میں افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث دونوں شامل ہیں۔ (کلمۃ ربک، کلمٰت ربّک)

(۲) افعال کا اختلاف: کسی قراءت میں صیغہ ماضی ہو، کسی قراءت میں مضارع ہو اور کسی قراءت میں صیغہ امر ہو۔ (ربَّنا بٰعد، ربُّنا بٰعد)

(۳) وجوہ اعراب کا اختلاف: جس میں اعراب مختلف قراءتوں میں مختلف ہوں۔ (و لا یضارَّ، و لا یُضارُّ)

(۴) الفاظ کی کمی و بیشی کا اختلاف: (جری من تحتہا الأنہٰر، تجری تحتہا الأنہٰر)

(۵) تقدیم و تاخیر کا اختلاف: (سکرۃ الموت بالحق، سکرۃ الحق بالموت)

(۶) بدلیت کا اختلاف: ایک قراءت میں ایک لفظ ہو اور دوسری قراءت میں دوسرا۔ (ننشزہا، ننشرہا)

(۷) لہجوں کا اختلاف: جس میں تفخیم، ترقیق، امالہ، قصر، مد وغیرہ شامل ہیں۔ ۹

اس قول کی تائید کرنے والوں میں عبد العظیم زرقانیؒ، محمد علی صابونیؒ اور مفتی تقی عثمانیؒ شامل ہیں۔

سبعۃ احرف سے متعلق قول جدید

''سبعۃ احرف'' سے ''حرف کی سات نوعیتیں'' مراد ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ زیادتی ونقصان حرف (وسارعوا، سارعوا)

۲۔ تقدیم وتاخیر حرف (سٰحر، سحّر)

۳۔ ابدال الحرکۃ بالحرکۃ فی الحرف (مَیسَرَۃ، مَیسُرَۃ)

۴۔ انتقال حرکت مع حذف حرف (مِنَ الأُولیٰ، مِنَ الُاولیٰ)

۵۔ ابدال حرف بالحرف (یعملون، تعملون)

۶۔ ابدال صفات مع بقاء الحرف (الصلوٰۃ ،تغلیظ لام، ترقیق لام)

۷۔ ابدال حرف مع ابدال صفات (والصفتِ صَفا، والصفت صَّفا)

قول جدید کی تشریح

''سبعۃ احرف'' سے ہم نے جو ''حرف کی سات نوعیتیں یا حالتیں'' مراد لی ہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ''احرف'' حرف کی جمع ہے،اور ''حرف'' کے لغوی معنوں میں سے ہم نے یہاں ''حروف تہجّی کا ایک فرد'' مراد لیا ہے، پھر ہم نے قاعدہ ''تسمیۃ الکل باسم الجزء'' کے تحت مطلق حروف تہجّی کا نام ''حرف'' رکھ دیا، لہٰذا ہم نے ''احرف'' سے ''حروف تہجّی'' مراد لیے ہیں، اور ''سبعۃ'' سے ''سبعۃ احوال'' مراد لیے ہیں، لہٰذا ''سبعۃ احرف'' کا مطلب ہوا کہ ''حروف تہجّی کی سات حالتیں''اس کا مطلب ہر گز یہ نہیں کہ کلمہ قرآنی میں موجود ہر ہر حرف کو سات حالتوں پر تلاوت کیا جاسکتا ہے۔بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ قراءت جس کا ضابطۂ قراءات کے مطابق قراءت ہونا ثابت ہو تو ایسی قراءت کے ہر وہ حرف جس میں اختلافِ قراءت ہے اس کی موافقت ہمارے بیان کردہ قول میں موجود حرف کی سات حالتوں میں سے کسی نہ کسی حالت کے ساتھ ہو جاتی ہے۔

لہٰذا ہمارا یہ استقراء جہاں لغوی معنٰی کے زیادہ قریب ہے وہاں قراءاتِ متواترہ کے جمیع اختلافِ قراءات کو شامل ہے، حتّٰی کہ مدّات کی مقداروں کا تفاوت بھی اس سے باہر نہیں ہے، نیز اس قول کو اختیار کرنے میں کسی قسم کی خرابی بھی لازم نہیں آتی اور حدیث کی دور از کار تاویل نہیں کرنی پڑتی، لہٰذا یہ قول ہر اعتبار سے ایک مکمل اور عمدہ قول ہے۔

سات حرفوں پر قرآن نازل ہونے کے اسباب

عن أبی بن کعب قال: لقی رسول اللہﷺ جبرئیل فقال: یا جبرئیل انی بعثت الی أمۃ أمیین منھم العجوز والشیخ الکبیر والغلام والجاریۃ والرجل الذی لم یقرأ کتابا قط، قال: یا محمد ان القرآن أنزل علی سبعۃأحرف۔۱۰

"حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا حضور اکرم ﷺ کی ملاقات حضرت جبرئیلؑ سے ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے جبرئیل مجھے ایک ایسی امت کی طرف مبعوث کیا گیا ہے کہ جوان پڑھ ہے جن میں بوڑھے، عمر رسیدہ، جوان مرد اور عورتیں شامل ہیں، اور ایسے لوگ بھی ہیں جنھوں نے کوئی لکھی ہوئی چیز کبھی نہیں پڑھی، حضرت جبریلؑ نے جواباًارشاد فرمایا اے محمد! اسی وجہ سے قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے۔"

محقق ابنِ جزریؒ فرماتے ہیں:

وكانت العرب الذين نزل القرآن بلغتهم لغاتهم مختلفة وألسنتهم شتّى ويعسر على أحدهم النتقال من لغته الى غيرها أو من حرف الى آخر بل قد يكون بعضهم لا يقدر على ذلك ولا بالتعليم والعلاج لا سيما الشيخ والمرأة ومن لم يقرأ كتابا كما أشار اليه فلو كلفوا العدول عن لغتهم والنتقال عن ألسنتهم لكان من التكليف بما لا يستطاع وما عسى أن يتكلف المتكلف وتأبى الطباع۔١١

"اور رہے عرب جن کی زبان میں قرآن اترا، ان کی لغات جدا جدا اور ان کی زبانیں (لہجات) متفرق تھیں اور ایک لغت والے کا دوسری لغت میں تکلم کرنا اسی طرح ایک انداز (لہجات) والوں کا دوسرے انداز کو اختیار کرنا دشوار تھا بلکہ بعض افراد تو ایسے بھی تھے جنہیں اگر تعلیم بھی دی جائے یا کوئی تدبیر بھی کی جائے انہیں دوسری لغت یا دوسرا انداز اختیار کرنے کی بالکل ہی قدرت نہیں ہوتی، خاص طور پر عمر رسیدہ افراد، عورتوں اور ان حضرات کے لئے جنھوں نے کبھی کوئی لکھی ہوئی چیز نہیں پڑھی، جس کی طرف حضور اکرم ﷺ نے حدیث مبارکہ میں اشارہ فرمایا ہے۔ لہٰذا اگر ان حضرات کو اپنی لغت سے عدول کرنے کا یا اپنے تکلم کے انداز سے منتقل ہونے کا مکلف بنایا جاتا تو ان کے لئے یہ تکلیف تحمل سے باہر ہوتی اور اگر کوئی بتکلف ایسا کر بھی لے تو طبیعتیں اس کا انکار کر دیتیں۔"

سات حرفوں پر نزول قرآن کی حکمتیں

قرآن حکیم کا نزول تدریجی طور پر کم و بیش تیئس سال کے عرصہ میں ہوا اور اس تدریجی نزول میں جو حکمتیں اور مصلحتیں مضمر تھیں اس کا حقیقی علم تو باری تعالیٰ ہی کو ہے لیکن علمائے ارباب و دانش نے اپنی بساط کے مطابق احادیث کی روشنی میں ان حکمتوں کو بیان کیا ہے۔ نیز یہ تدریجی نزول از رُوئے حدیث سبعۃ احرف پر ہوا ہے، لہٰذا جس طرح اہلِ خرد و دانش نے تدریجی نزول کی حکمتوں کو بیان کیا ہے، اسی طرح نزول علی سبعۃ احرف کی بھی حکمتوں کو بیان کیا ہے۔ ذیل میں ہم نزول قرآن علی سبعۃ احرف کی حکمتوں کو مفکّرین اہلِ اسلام کی آراء اور اقوال کی روشنی میں بیان کرتے ہیں۔

پہلی حکمت: قرآن کا عربی زبان میں نزول

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی راہنمائی کے لئے انبیاء علیہ السّلام کا سلسلہ جاری فرمایا، اور کوئی قوم کسی زمانے میں ایسی نہیں گذری جس کے لئے کوئی ہادی اور راہبر نہ ہو۔ باری تعالیٰ نے سورہ رعد میں فرمایا:

لكل قوم هاد ---- الخ "ہر قوم کے لئے کوئی نہ کوئی ایسا شخص ہوا ہے جو ہدایت کا راستہ دکھائے۔"١٢

لہٰذا مذکورہ بالا آیت سے جہاں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امم سابقہ میں کوئی امت ایسی نہیں ہوئی جس کے لئے کوئی راہبر اور ہادی نہ ہو، وہاں یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ ان انبیاء اکرام کی لائی ہوئی شریعت مخصوص زمانے اور محدود خطے تک ہوتی تھی، یہی وجہ ہے کہ ایک ہی زمانے میں کئی کئی نبیوں کو مختلف خطّوں میں مبعوث کیا جاتا، اور عموماً انھیں جس قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا اس قوم کی زبان، تہذیب و ثقافت اور بود و باش کے طریقے کی یکسانیت کی وجہ سے ایک جیسی ہی ہوتی اور طرز و اداء میں ان کے درمیان فرق نہ ہوتا، یہی وجہ ہے کہ ان کو جو شریعت صحیفوں اور کتابوں کی صورت میں دی گئی اسکی زبان اور طرز واداء دونوں یکساں تھے۔ بر خلاف حضور اکرم ﷺ کو دی گئی شریعت کے کیونکہ آپ کو دی گئی شریعت نہ کسی زمان کے ساتھ ہے نہ کسی مکان کے ساتھ محدود بلکہ حضور اکرم ﷺ سے لیکر قیامت تک آنیوالی ان گنت قوموں اور نسلوں کی فلاح دارین شریعتِ محمدی ﷺ کے اتباع میں رکھ دی گئی ہے۔ اور چونکہ مختلف زمانوں سے تعلق رکھنے والی قوموں میں تہذیب و تمدّن کا اختلاف ایک فطری امر ہے، اسی وجہ سے ان کے درمیان زبانوں میں بھی اختلاف رہا۔

نیز جس زمانے میں قرآن کا نزول ہوا، اس زمانے میں پوری دنیا میں بولے جانی والی زبانوں میں سب سے فصیح ترین زبان عربی تھی، یہی وجہ تھی کہ عربی زبان سے تعلق رکھنے والے حضرات غیر عربیوں کو عجمی یعنی گونگا کہا کرتے تھے، اسی لئے حضور اکرم ﷺ کو سر زمینِ عرب میں مبعوث فرمایا گیا اور آپ ﷺ کو دی جانے والی کتاب قرآن حکیم کی بھی زبان کا انتخاب عربی کیا گیا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

بلسان عربی مبین ''یہ قرآن ایسی عربی زبان میں اترا ہے جو پیغام کو واضح کر دینے والی ہے۔''[۱۳]

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولو جعلنٰہ قراٰنا أعجميا لقالوا لولا فصلت اٰيٰتہ ء اعجمی و عربی ''اور اگر ہم اس قرآن کو عجمی قرآن بناتے تو یہ لوگ کہتے کہ اس کی آیتیں کھول کھول کر کیوں نہیں بیان کی گئیں؟ یہ کیا بات ہے کہ قرآن عجمی ہے اور پیغمبر عربی ہے۔''[۱۴]

لہٰذا یہ بات واضح ہوگئی کہ عربی زبان ہی ایسی فصیح زبان ہے، جس میں پیغام کی صحیح ترجمانی بلیغ پیرائے میں مختلف انداز سے کی جاسکتی ہے، کیونکہ کسی بھی لغت کا فصیح ہونا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ یہ ایسی لغت ہے جس میں بات کو مختلف اسالیب سے کہا جانا ممکن ہے۔ لہٰذا قرآن کا نزول علی سبعۃ احرف سے مراد یہ ہے کہ اس قرآن کو عربی زبان کے سات مختلف اسالیب سے تلاوت کیا جانا ممکن ہے۔

دوسری حکمت: حضور اکرم کا امت پر شفقت کا اظہار

ہر دور میں انبیاء اپنے اپنے زمانے میں اعلم الناس ہوتے ہیں اور اپنی قوم کی نفسیات سے بخوبی واقف ہوتے ہیں اور کیوں نہ ہو جبکہ دستِ ایزدی ان کے سر پر سایہ فگن ہوتا ہے اور وحی الٰہی ان کی راہنما ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ مبارک

اپنی قوم کے مسائل سے سب سے زیادہ واقف تھی اور حضور اکرمؐ سب سے زیادہ اپنی قوم کے مزاج شناس تھے، کیونکہ آپ تمام انبیاء کے سردار تھے، اسی وجہ سے آپ کو علم بھی تمام انبیاء سے زیادہ عطاء کیا گیا، اور یہی نہیں آپ کی ذات علیم ہونے کے ساتھ ساتھ رحیم بھی تھی، اسی بات کو قرآن حکیم نے اپنے خوبصورت انداز میں یوں بیان کیا:

لقد جاء کم رسول من أنفسکم عزیز علیہ ماعنتّم حریص علیکم بالمؤمنین ر ء وف رحیم

"لوگو! تمھارے پاس ایک ایسا رسول آیا ہے جو تمھی میں سے ہے، جس کو تمھاری ہر تکلیف بہت گراں معلوم ہوتی ہے، جسے تمھاری بھلائی کی دھن لگی ہوئی ہے، جو مومنوں کے لئے انتہائی شفیق، نہایت مہربان ہے۔"[۱۵]

یہی اپنی قوم کی مزاج شناسی اور صفتِ رحمت کا تقاضہ تھا کہ نزولِ قرآن کے موقعہ پر جب قرآن ایک حرف پر نازل ہونا شروع ہوا تو آپ کو اس بات کا احساس ہوا کہ میری امت، ایک عالمی امت ہے اور اس میں ہر قسم کے طبقہ کے لوگ شامل ہیں، بعض تو وہ لوگ ہیں جو پختہ عمر والے ہیں، جن کی زبانیں عمر کی پختگی کی وجہ سے پکی ہو چکی ہیں اور ان کا میلان دوسری لغت کی طرف انتہائی مشکل ہے۔ اور بعض وہ لوگ ہیں جو ناخواندہ اور ان پڑھ ہیں جو سرے سے کچھ لکھنا پڑھنا ہی نہیں جانتے، لہٰذا گر ان کو ایک حرف پر پڑھنے کا مکلّف بنایا جائے گا تو یہ ان کے لئے جہدِ طویل ثابت ہوگا، جس کے وہ متحمّل نہیں ہو سکیں گے، اور جبکہ عربی زبان میں فصاحت کی بناء پر اتنی وسعت ہے کہ کسی بات کو بغیر کسی مشقّت کے مختلف اسالیب میں بیان کیا جاسکتا ہے تو آپؐ نے امت پر شفقت فرماتے ہوئے باری تعالیٰ سے حرف کی زیادتی کی درخواست کر دی جو قبول کر لی گئی اور سات حرفوں پر تلاوت کی اجازت دے دی گئی۔

تیسری حکمت: امتِ اسلامیہ کے لئے سہولت پیدا کرنا

حضور ﷺ کو عطاء کردہ شریعت کے بنیادی اساس میں سے ایک یہ ہے کہ امت کو ایسے احکامات کا مکلّف بنایا جائے جن کی بنیاد زیادہ سے زیادہ سہولت اور آسانی پر مبنی ہو، چنانچہ خود حضور اکرمؐ کی تعلیمات میں سے ایک تعلیم یہ بھی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

بشروا و لا تنفّروا ویسّروا و لا تعسّروا "خوشخبری سناؤ، نفرت مت دلاؤ، آسانی کرو اور لوگوں کو دشواری میں مت ڈالو۔[۱۶]

لہٰذا جب قرآن نازل ہونا شروع ہوا تو امّتِ اسلامیہ کے لئے عموماً اور اہلِ عرب کے لئے خصوصی طور پر سہولت کے پیشِ نظر انہیں مختلف اسالیب کے ساتھ قرآن حکیم کی تلاوت کی اجازت دی گئی کیونکہ اگر انہیں ایک ہی حرف کا پابند بنایا جاتا تو یہ حکم ان کے لئے مشقت کا باعث ہوتا۔ اسی طرح اہلِ عرب کے قبائل کے درمیان لہجات اور بعض اشیاء کی تذکیر و تانیث کا فرق موجود تھا اور چونکہ عربی زبان ایک فصیح زبان ہے اس لئے ان کے درمیان فصیح لغت اور غیر فصیح لغت کا امتیاز بھی موجود تھا۔ لہٰذا گر ان کو ایک ہی لغت اور ایک ہی لہجہ کا پابند بنا دیا جاتا تو یہ ان کے لئے بڑی مشقت کا باعث ہوتا۔

چوتھی حکمت: فطرتِ سلیمہ کی تسکین

اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو بے شمار فطری خوبیوں سے آراستہ کیا ہے۔ ان فطری خوبیوں میں سے ایک خوبی انسان کا تنوّع

مزاج ہوتا ہے، بحیثیت انسان جب ہم اس تنوّع مزاجی کا جائزہ لیتے ہیں تو ہم پر یہ بات آشکارا ہوتی ہے کہ انسان ہر چیز میں تنوع کو پسند کرتا ہے۔ روز مرّہ استعمال ہونے والی اشیاء میں سے صرف لباس ہی کو لے لیجئے، جس کا کام تن ڈھانکنا ہے اور یہ کام ایک ہی قسم کے لباس سے ممکن ہے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مشرق سے لیکر مغرب تک جتنی قومیں بھی آباد ہیں وہ اپنی تہذیب اور رہن سہن کے طریقوں کے مطابق مختلف قسم کے ملبوسات زیب تن کرتی ہیں، یہی نہیں بلکہ بدلتے موسموں اور مختلف تہواروں میں ان کے ملبوسات جدا جدا ہوتے ہیں، یہی حال تمام اشیاء کا ہے۔

اسی طرح جب ہم کلام میں تنوع کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں اس بات کا ادراک ہوتا ہے کہ کسی جملہ کو اگر ایک خاص ربط کے ساتھ کہا جائے تو اس میں ایک الگ کشش ہوتی ہے، لیکن اگر مرادفات کا سہارا لیکر وہی جملہ دوسرے پیرائے میں کہا جائے تو اس جملہ کی جاذبیت میں اضافہ ہو جاتا ہے، اور اگر اس بات کو سجع بندی میں کہا جائے تو اس میں الگ معنوی حسن پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح حذف و اثبات، تقدیم و تاخیر اور دوسرے مختلف طریقوں سے کلام میں حسن پیدا کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا جب باری تعالیٰ نے قرآن حکیم کو نازل کرنا شروع کیا تو حضور اکرم ﷺ نے انسانی فطرت کا مشاہدہ کیا اور سات حرفوں پر پڑھنے کی اجازت طلب فرمائی، جس کو از راہِ شفقت باری تعالیٰ نے قبول کیا اور انسانوں کو اجازت دے دی گئی کہ وہ سات مختلف اسالیب اور مختلف انداز میں تلاوت کر سکتے ہیں، اور اس اجازت میں فطرتِ سلیمہ کی اجازت کا سامان ہے جو اہلِ علم پر مخفی نہیں۔

پانچویں حکمت: عرب کے قبائل کے درمیان لسانی تعصّب کا انسداد

جب قرآن کا نزول ہوا اس وقت عرب کی قوم بہتیر قبائل پر مشتمل تھی اور ان قبائل کی زبان میں تھوڑا بہت فرق تو تھا لیکن ان کے درمیان لسانی تعصّب حد درجہ تھا، لہٰذا اگر قرآن ایک ہی لغت پر نازل ہوتا تو دوسری لغت والوں کو یہ کہنے کی گنجائش باقی رہتی کہ اگر قرآن ہماری لغت کے مطابق نازل ہوتا تو ہم اس کا مثل بنالاتے، لہٰذا حکمتِ الٰہی کے تحت ہر قبیلہ کو اپنی اپنی لغت کے مطابق تلفّظ کی اجازت دے دی گئی تاکہ کسی قبیلہ کو اپنی لغت کی محرومی کا افسوس بھی نہ رہے اور ان کے درمیان قرآن کریم کی تلاوت لسانی تعصّب کی زد میں نہ آئے اور قرآن کریم کا پیغام واضح اور بہتر انداز میں ان تک پہنچ سکے۔

چھٹی حکمت: دو اختلافی حکموں کا دو مختلف قراءت میں اجتماع

سبعۃ احرف پر نزولِ قرآن کی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ کبھی دو مختلف قراءتوں کے ذریعہ دو مختلف حکموں کا بیان بھی کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ باری تعالیٰ ہے:

ولا تقربوہن حتّٰی یطہرن "اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں، ان سے قربت "جماع" نہ کرو۔"[17]

اس آیت میں کلمہ قرآنی "یطھرن" میں دو قراء تیں ہیں۔ علامہ جزریؒ فرماتے ہیں:

واختلفوافی حتی یطہرن فقرأ حمزہ والکسائی وخلف وأبوبکر بتشدید الطاء والهاء والباقون

بتخفیفہا۔۱۸

"کلمہ قرآنی (حتّٰی یطھرن) میں اختلافِ قراءت ہے۔ اس میں دو قراء تیں ہیں، پہلی قراءت طاء اور ھاء کی تشدید سے ہے، اور اس قراءت کو اختیار کرنے والے قرّاء میں حمزہ ؒ، کسائی ؒ، خلفؒ اور ابو بکرؒ ساڑھے تین قرّاء ہیں۔ اور دوسری قراءت طاء اور ھاء کی تخفیف سے ہے اور اس قراءت کو اختیار کرنے والے باقی ساڑھے چھ قرّاء یعنی نافع ؒ، مکّی ؒ، ابو عمروؒ، شامیؒ، ابو جعفرؒ، یعقوبؒ اور حفصؒ ہیں۔"

اس کلمہ میں پہلی قراءت جو طاء اور ھاء کی تشدید کے ساتھ (یطّھّرن) ہے، اس میں طہارت میں مبالغہ مقصود ہے۔ اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب حیض سے فراغت کے بعد غسل کر لیا جائے اور اس غسل کرنے کے بعد شوہر کے لئے اپنی بیوی سے جماع کرنا جائز ہوگا، اور یہی اکثر فقہاء کا قول ہے۔ چنانچہ امیر عبد العزیز فرماتے ہیں:

ذہب اکثر العلماء وفیہم الشافعیۃ والمالکیۃ والحنابلۃ لی أن المرأۃ ذا انقطع حیضہا لا یحل لزوجہا أن یجامعہا لا بعد أن تغتسل من الحیض.. فان ذلک یعنی النہی عن قربانہن حتّٰی یغتسلن بالماء ولا یکفی فی ذلک انقطاع الدم فقط ، بل الاغتسال بعد الانقطاع والجفوف۔۱۹

"اکثر علماء جن میں شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ شامل ہیں، ان کا مسلک یہ ہے کہ عورت جب حیض سے فارغ ہو جائے تو غسل کرنے سے پہلے اسکے شوہر کو اس سے مباشرت کی اجازت نہیں ہے.. اور ان عورتوں سے مباشرت سے رکنا غسل کرنے تک ہے، لہٰذا صرف خون کے رکنے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا بلکہ خون کے رکنے اور خشک ہو جانے کے بعد غسل کیا جائے گا۔"

اور ان حضرات نے اس مس ءلہ میں تشدید والی قراءت سے دلیل حاصل کی ہے۔ دوسری قراءت جو طاء اور ھاء کی تخفیف کے ساتھ ہے (یطھرن) ہے وہ احناف کا مستدل ہے، چنانچہ امام جصّاصؒ فرماتے ہیں:

اذا انقطع دمہا وأیامہا دون العشرۃ فہی فی حکم الحاءض حتّٰی تغتسل اذا کانت واجدۃ للماء او یمضی علیہا وقت الصلاۃ فاذا کان احد ہذین خرجت من الحیض وحل زوجہا وطؤہا وانقضت عدتہا ان کانت آخر حیضۃ واذا کانت أیامہا عشرۃ ارتفع حکم الحیض بمضی العشرۃ وتکون حینءذ بمنزلۃ امرأۃ جنب فی باحۃ وطء الزوج وانقضاء العدۃ وغیر ذلک۔۲۰

"اور جب دس دن سے کم مدت میں خون آنا بند ہو جائے تو ایسی عورت حاءضہ کے حکم میں ہے جب تک کہ وہ غسل نہ کرلے اگر وہ پانی پر قدرت رکھتی ہے یا اس پر ایک نماز کا وقت انقطاع دم کے بعد گزر جائے، لہٰذا اگر دونوں صورتوں میں سے کسی ایک صورت کا بھی وقوع ہو جائے یعنی یا تو وہ غسل کرلے یا پھر نماز کا وقت گزر جائے تو ایسی عورت اب حاءضہ نہیں رہے گی، لہٰذا ایسی عورت سے اس کے شوہر کا مباشرت کرنا بھی جاءز ہوگا اور اگر عورت عدت میں ہے اور اس کا یہ آخری حیض ہے تو اس کی عدت بھی پوری ہو جائے گی۔ اور اگر انقطاعِ دم دس دن کی مدت پوری ہونے کے بعد ہوا ہو تو ایسی صورت میں دسویں دن کے گزرنے کے ساتھ ہی حیض کا حکم مرتفع ہو جائے گا اور اب وہ حاءضہ نہیں رہے گی اور وہ جنبی عورت کے مرتبہ میں ہو جائے گی، لہٰذا ایسی عورت سے شوہر کا مباشرت کرنا بھی

حلال ہوگا اور اگر ایسی عورت عدت میں ہے تو اس کی عدت بھی پوری ہو جائیگی اگر یہ حیض آخری حیض تھا۔ اور اس کے علاوہ بھی دوسرے پاکی کے تمام احکامات کی وہ مکلّف ہو جائیگی۔"

ساتویں حکمت: دو ایسے شرعی مسئلہ کا بیان جو دو مختلف حالتوں سے متعلق ہوں

سات حرفوں پر قرآن نازل ہونے کی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ کبھی اختلافِ قراءت کے ذریعہ کسی مس ءلہ کی دو مختلف حالتوں پر روشنی ڈالی جاتی ہے، تاکہ دونوں حالتوں کا حکم واضح ہو جائے ، جیساکہ باری تعالیٰ کا قول ہے:

یٰایہا الذین اٰمنوا اذا قمتم الی الصلٰوۃ فاغسلوا وجوہکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برء وسکم وأرجلکم الی الکعبین۔۲۱

"اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے اٹھو تو اپنے چہرے اور کہنیوں تک اپنے ہاتھ دھولو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں بھی ٹخنوں تک دھولیا کرو۔"

یہ آیت، آیتِ وضوء ہے جس میں وضوء کرنے کا طریقہ بیان ہوا ہے، اس آیت میں کلمہ قرآنی (ارجلکم) میں دو قراءتیں ہیں۔ پہلی قراءت لام کے نصب کے ساتھ ہے اور دوسری قراءت لام کے جر کے ساتھ ہے۔ چنانچہ علامہ جزریؒ فرماتے ہیں:

واختلفوا فی وأرجلکم فقرأ نافع وابن عامروالکسائی ویعقوب وحفص بنصب اللام وقرأ الباقون بالخفض۔۲۲

"اور کلمہ قرآنی (وارجلکم) میں اختلافِ قراءت ہے، لہٰذا اس میں پہلی قراءت لام کے نصب سے (وارجُلَکم) ہے۔ اس قراءت کو اختیار کرنے والے قرّاء میں نافعؒ، ابن عامرؒ، کسائیؒ، یعقوبؒ اور حفصؒ شامل ہیں۔ اور اس کلمہ میں دوسری قراءت لام کے جر کے ساتھ (وارجُلِکم) ہے۔ اس قراءت کو باقی تمام قرّاء مکّیؒ، ابو عمروؒ، حمزہؒ، ابو جعفرؒ، خلفؒ اور شعبہؒ نے اختیار کیا ہے۔"

پہلی قراءت جو لام کے نصب کے ساتھ ہے، اس صورت میں (ارجلکم) کا عطف (وجوھکم) پر ہوگا، اور چونکہ چہرہ اعضائے مغسولہ میں شامل ہے لہٰذا وضوء کرتے ہوئے پاؤں کو دھویا جائے گا۔ دوسری قراءت جو لام کے جر کے ساتھ ہے، اس صورت میں (ارجلکم) کا عطف (رؤوسکم) پر ہوگا۔ اور سر اعضائے ممسوحہ میں سے ہے لہٰذا وضوء کرتے ہوئے پاؤں کو دھویا نہیں جائے گا بلکہ پاؤں کا مسح کیا جائے گا۔

اب بظاہر یہ دونوں حکم متعارض ہیں کہ ایک ہی وقت میں ایک عضو کا مسح بھی کیا جائے اور غسل بھی کیا جائے ، یہ کس طرح ممکن ہے؟ تو حضور اکرمؐ نے حدیثِ مبارکہ میں ان دونوں کی جہتوں کا تعین فرمایا ہے، چنانچہ فرمانِ رسولؐ کے مطابق جو شخص خفّین یعنی موزے پہنا ہوا ہو اس کا وظیفہ مسح کرنا ہے اور جو شخص موزے وغیرہ نہ پہنا ہوا ہو اس کا وظیفہ پیروں کا دھونا ہے، لہٰذا اس طرح اختلافِ قراءت کے ذریعہ دو مختلف حالتوں سے تعلق رکھنے والے حکم کی وضاحت کر دی گئی۔

آٹھویں حکمت: ثواب کی کثرت

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

قال رسول الله من قرأ حرفا من كتاب الله فله به حسنة والحسنة بعشر أمثالها لا أقول الم حرف ولٰكن ألف حرف ولام حرف وميم حرف۔۲۳

"حضور اکرمؐ نے فرمایا جو شخص کتاب اللہ میں سے ایک حرف پڑھے اس کو ہر حرف کے بدلے ایک نیکی ملے گی اور ایک نیکی کا اجر دس نیکیوں کے برابر ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ (الٓمٓ) ایک حرف ہے، بلکہ الف ایک حرف، لام ایک حرف اور میم ایک حرف ہے۔"

اس میں اختلاف ہے کہ (الم) سے مراد حرفِ مقطعات ہیں یا سورہ فیل کا شروع مراد ہے اگر حروفِ مقطعات مراد ہیں تو بظاہر مطلب یہ ہے کہ اعتبار لکھے ہوئے حروف کا ہوگا اور چونکہ لکھنے میں یہ تین ہی حروف لکھے جاتے ہیں اس لئے تیس نیکیاں ملے گی اور اگر اس سے مراد سورۃ فیل کا آغاز ہے تو پھر سورہ بقرہ کے شروع میں جو (الٓمٓ) ہے وہ نو حروف ہونگے اس لئے اس کا اجر نوے نیکیاں ہو نگی۔ بعض دفعہ ایک قراءت میں کلمہ کے حروف کی تعداد کم ہوتی ہے اور دوسری قراءت میں حروف کی تعداد زیادہ ہوتی ہے، جیسے کلمہ قرآنی (عليهم) پڑھنے سے پچاس نیکیاں ملتی ہیں، اور اگر اس کو صلہ کے ساتھ پڑھا جائے (عليهموا) تو اس صورت میں ساٹھ نیکیاں ملیں گی، اس طرح پڑھنے والوں کے ثواب میں اضافہ ہوتا ہے۔

نویں حکمت: حقّانیتِ قرآن

باری تعالیٰ نے نزولِ قرآن سے لیکر قیامت تک آنے والے انسانوں اور جنّات کو اور خاص طور پر ان اہلِ عرب کو جو یہ خیال رکھتے تھے کہ یہ قرآن خدا کی طرف سے نازل کردہ نہیں ہے بلکہ یہ محمدؐ کا اپنی طرف سے بنایا ہوا کلام ہے۔ ان تمام اعتراضات کو باری تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بیان فرمایا، پھر ان کو چیلنج دیا، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وما كنت تتلوا من قبله من كتٰب ولا تخطه بيمينك اذ لارتاب المبطلون۔

"اور تم اس سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ کوئی کتاب اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے، اگر ایسا ہوتا تو باطل والے مین میخ نکال سکتے تھے۔"۲۴

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ جلّ جلالہ نے حضور اکرمؐ کے امی ہونے کی حکمت یہ بیان فرمائی کہ اگر آپ پڑھے لکھے ہوتے تو آپ کے مخالفین کو یہ کہنے کا موقعہ مل جاتا کہ آپ نے کہیں سے پڑھ پڑھا کر یہ مضامین اکٹھا کر لئے ہیں، لیکن مخالفین ہمیشہ آپ کی تاک میں ہی رہے اور اعتراض کا موقعہ ڈھونڈتے ہی رہے، بالآخر انہیں اعتراض کا موقعہ ہاتھ آ گیا۔

مکہ مکرمہ میں ایک لوہار تھا، آپ کبھی کبھار اس کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے، وہ آپ کی باتیں دل لگا کر سنا کرتا تھا اور وہ کبھی کبھی انجیل کی کوئی بات بھی سنا دیا کرتا تھا اس کو بنیاد بنا کر مخالفین نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ لوہار آپ کو قرآن سکھاتا ہے۔ باری

تعالیٰ نے سورۃ نحل میں اس اعتراض کو بیان فرما کر اس کا جواب بھی مرحمت فرمایا، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ولقد نعلم انہم یقولون انما یعلمہ بشر لسان الذی یلحدون الیہ اعجمی وہذا لسان عربی مبین ۔

"اور اے پیغمبر ہمیں معلوم ہے کہ یہ لوگ تمھارے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ ان کو تو ایک انسان سکھاتا پڑھاتا ہے حالانکہ جس شخص کا یہ حوالہ دے رہے ہیں اس کی زبان عجمی ہے، اور یہ قرآن کی زبان صاف عربی زبان ہے۔"۲۵

اس آیتِ کریمہ نے ان کے اعتراض کی قلعی کھول دی کہ لوہار تو عجمی ہے وہ کس طرح عربی زبان کے اس فصیح و بلیغ کلام کا مصنف ہو سکتا ہے۔ پھر بعض مخالفین نے یہ اعتراض کیا کہ قرآن کو عربی زبان میں نازل ہی نہیں ہونا چاہیے تھا بلکہ دوسری زبان میں نازل ہونا چاہیے تھا، کیونکہ اگر قرآن دوسری زبان میں نازل ہوتا تو ہمیں یقین آجاتا کہ یقیناً یہ کلام اللہ کا ہے، کیونکہ آپ عربی کے علاوہ کوئی دوسری زبان جانتے نہیں ہیں۔ حالانکہ یہ اعتراض سرے سے ہی بیہودہ ہے کیونکہ اگر قرآن غیر عربی میں نازل ہوتا تو تفہیم اور پیغام رسانی کا کام کس طرح ممکن ہوتا کیونکہ جس ذاتِ اقدس پر قرآن نازل ہوا وہ بھی عربی اور جو قرآن کے اولین مخاطب ہیں وہ بھی عربی، لیکن باری تعالیٰ نے ان کے اس اعتراض کو بیان فرمایا اور اعتراض کا جواب بھی عنایت فرمایا، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ولو جعلنٰہ قراٰنا اعجمیا لقالوا لو لا فصّلت اٰیتہ ءاعجمی و عربی۔

"اور اگر ہم اس قرآن کو عجمی بناتے تو یہ لوگ کہتے کہ اس کی آیتیں کھول کھول کر کیوں نہیں بیان کی گئیں؟ یہ کیا بات ہے کہ قرآن عجمی ہے اور پیغمبر عربی؟"۲۶

پھر ان مخالفین اور معاندین سے کچھ بن نہ پڑا تو یہ کہنے لگے کہ یہ قرآن تو بڑا عجیب ہے اور اس کے احکامات بھی ہمارے لئے مشکل ہیں تو انہوں نے آپ سے اس بات کا مطالبہ کیا کہ یا تو آپ کوئی دوسرا قرآن لیکر آئیں یا پھر اس قرآن کو بدل دیں۔ باری تعالیٰ نے ان کے اس احمقانہ مطالبہ کو کچھ اس طرح بیان فرمایا:

واذا تتلی علیہم اٰیاتنا بینٰت قال الذین لا یرجون لقآء نا اءت بقراٰن غیر ہذا او بدّلہ قل ما یکون لی ان ابدّلہ من تلقآ ٔنفسی ان أتبع الا ما یوحٰی لی نی أخاف ن عصیت ربی عذاب یوم عظیم قل لو شآء االله ما تلوتہ علیکم ولا ادرٰکم بہ فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ أفلا تعقلون۔

"اور وہ لوگ جو آخرت میں ہم سے آملنے کی توقع نہیں رکھتے، جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں جبکہ وہ بالکل واضح ہوتی ہیں، تو وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ نہیں، کوئی اور قرآن لیکر آؤ یا اس میں تبدیلی کرو۔ اے پیغمبر! ان سے کہہ دو کہ مجھے یہ حق نہیں پہنچتا کہ میں اس میں اپنی طرف سے کوئی تبدیلی کروں۔ میں تو کسی اور چیز کی نہیں صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر نازل کی جاتی ہے۔ اگر کبھی میں اپنے رب کی نافرمانی کر بیٹھوں تو مجھے ایک زبردست دن کے عذاب کا خوف ہے۔ کہہ دو کہ اگر اللہ چاہتا تو میں اس قرآن کو تمھارے سامنے نہ پڑھتا اور نہ اللہ تمھیں اس سے واقف کراتا، آخر اس سے پہلے بھی تو میں ایک عمر تمھارے درمیان بسر کر چکا ہوں، کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لیتے؟"۲۷

پھر ان مشرکین کے اعتراضات جب حد سے بڑھے تو باری تعالیٰ نے ان کو چیلنج دیا کہ تم جو یہ کہتے ہو کہ یہ کسی انسان کا کلام ہے تو تم بھی ایک انسان ہو لٰہذا تم بھی اس جیسا کلام بنا کر لاؤ۔ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

أم یقولون افترٰہ قل فأتوا بعشر سور مثلہٖ مفتریٰت وادعوا من استطعتم من دون اﷲ ان کنتم صٰدقین فالّم یستجیبوا لکم فاعلموا انما أنزل بعلم اﷲ۔

''بھلا کیا یہ لوگ یوں کہتے کہ یہ وحی اس پیغمبر نے اپنی طرف سے گھڑ لی ہے ؟اے پیغمبر! ان سے کہہ دو کہ پھر تو تم بھی اس جیسی گھڑی ہوئی دس سورتیں بنالاؤ اور اس کام میں مدد کے لئے اللہ کے سوا جس کسی کو بلا سکو بلالو، اگر تم سچے ہو، اس کے بعد اگر یہ تمھاری بات قبول نہ کریں تو اے لوگو یقین کرلو کہ یہ وحی صرف اللہ کے علم سے اتری ہے۔''۲۸

باری تعالیٰ نے یہ چیلنج خاص طور پر تمام اہلِ عرب کو دیا اور چونکہ قرآن کا نزول سات حرفوں پر ہوا ہے، اس لئے عرب میں بولی جانے والی تمام لغتیں اس چیلنج میں شامل ہو گئیں، لٰہذا ان سے مطالبہ ہوا کہ کسی بھی لغت میں تم اس جیسی دس سورتیں بنا کر لاؤ، اگر تمھارے زعم کے مطابق یہ کلام کسی انسان کا کلام ہے، لیکن ان سے دس سورتیں تو کیا ایک سورت بھی کسی بھی لغت میں نہ بن سکی، باری تعالیٰ نے ان کا یہ عجز دیکھتے ہوئے مطالبہ میں تخفیف فرمائی اور قرآن کی ایک سورت جیسی سورت بنا کر لانے کا مطالبہ کیا، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہوا:

وان کنتم فی ریب مما نزّلنا علیٰ عبدنا فأتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھدآء کم من دون اﷲ ان کنتم صٰدقین فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوالنار التی وقودہا الناس والحجارۃ أعدّت للکٰفرین۔

''اور اگر تم اس قرآن کے بارے میں ذرا بھی شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندے محمد پر اتارا ہے، تو اس جیسی کوئی ایک سورت ہی بنالاؤ، اور اگر سچے ہو تو اللہ کے سوا اپنے تمام مددگاروں کو بلالو پھر بھی اگر تم یہ کام نہ کر سکو اور یقیناً کبھی نہیں کر سکو گے، تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہونگے، وہ کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔''۲۹

اس چیلنج کے بعد بھی ان سے ایک سورت بھی کسی بھی لغت میں نہ بن سکی اور ان کا عجز بالکلیہ ظاہر ہو گیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے ایک عام خطاب تمام انسانوں اور تمام جنّات سے کیا کہ اگر ابتدائے آفرینش سے لیکر قیامت تک آنے والے تمام انسان اور تمام جنّات بھی جمع ہو جائیں اور وہ ایک دوسرے کی مدد بھی کریں تو وہ اس کلام کے جیسا کلام تو کجا ایک آیت بھی بنا نہیں سکتے، ارشادِ ربّانی ہے:

قل لءن اجتمعت الانس والجن علیٰ أن یأتوا بمثل ہٰذا القراٰن لایأتون بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا۔

''کہہ دو کہ اگر تمام انسان اور جنّات اس کام پر اکٹھے بھی ہو جائیں کہ اس قرآن جیسا کلام بنا کر لے آئیں، تب بھی وہ اس جیسا نہیں لا سکے گے، چاہے وہ ایک دوسرے کی کتنی مدد کر لیں۔''۳۰

لٰہذا تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ نزولِ قرآن سے لیکر موجودہ زمانے تک ہر دور میں معاندینِ اسلام اور منکرینِ قرآن کی یہ کوشش رہی ہے کہ کسی نہ کسی طرح اسلام کی عمارت کو منہدم کر دیں اور چونکہ اسلام کی اساس قرآن حکیم ہے، اس لئے انھیں سب

سے زیادہ چڑ قرآن کریم سے ہی ہے، اسی لئے انہوں نے اپنی تمام تر صلاحیتیں اور توانائیاں قرآن حکیم کو غیر معتبر قرار دینے میں صرف کیں۔ من جملہ ان اعتراضات میں سے ایک اعتراض یہ بھی کیا کہ انہوں نے قراءاتِ قرآنیہ کو من گھڑت قرار دیا اور یہ کہا کہ قراءات بعد میں آنے والے قرّاء کی ایجاد ہے۔

اس اعتراض کا ایک جواب یہ بھی ہے کہ قرآن کریم کا چیلنج قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کو یہ ہے کہ وہ اس جیسی ایک چھوٹی سے چھوٹی سورت بنا کر پیش کریں جیسا کہ ما قبل میں گذرا، اور چونکہ قرآن کا نزول سات حروف پر ہوا ہے اسی لئے یہ چیلنج اور عام ہوگے اکہ کسی بھی لغت اور کسی بھی حرف جس کا قرآن ہونا ثابت ہے، اس کے مطابق ہی تم کوئی ایک سورت بنا کر پیش کرو۔ جبکہ تمھارے زعم کے مطابق قراءات اگر قرّاء کی ایجاد ہے تو وہ بھی تو تمھاری طرح کے انسان تھے، جب وہ قراءات ایجاد کر سکتے تھے تو پھر تم کیوں نہیں کسی بھی لغت میں اس جیسا کلام پیش کر سکتے، جب ان کا عجز ظاہر ہے تو معلوم ہوا قراءات بھی منزّل من اللہ ہیں اور کسی کی ایجاد نہیں ہیں۔ اور اس بات سے قرآن اور قراءات کی حقّانیت خوب واضح اور مستحکم ہو گئی۔

دسویں حکمت: قارِ قرآن و ناقلین قراءت کے مرتبہ کا اظہار

حضور اکرمؐ نے اپنے قول اور فعل سے قرآن سیکھنے والے، قرآن پڑھنے والے، قرآن کو آگے پھیلانے والوں کی فضیلت کو بیان فرمایا اور چونکہ قرآن کو سات حرفوں میں سے کسی ایک حرف پر پڑھا جانا ہی ممکن ہے اسی لئے اس زمرہ میں ناقلینِ قراءت بدرجہ اولیٰ شامل ہیں، حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

عن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ خیرکم من تعلم القرأن وعلمہ۔۳۱

''حضرت عثمانؓ سے حضور اکرمؐ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن کو سیکھے اور سکھائے۔''

عن ابی سعیدؓ قال قال رسول اللہ یقول الرب تبارک وتعالیٰ من شغلہ القرأن عن ذکری ومسءلتی أعطیتہ افضل ما أعطی الساءلین وفضل کلام اللہ علیٰ ساءر الکلام کفضل اللہ علیٰ خلقہ۔۳۲

''حضرت ابو سعید خدریؓ سے حضور اکرمؐ کا ارشاد منقول ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ جس شخص کو قرآن شریف کی مشغولی کی وجہ سے ذکر کرنے اور دعائیں مانگنے کی فرصت نہیں ملتی میں اس کو سب دعائیں مانگنے والوں سے زیادہ عطاء کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ شانہ کے کلام کو سب کلاموں پر ایسی فضیلت ہے جیسی کہ خود حق تعالیٰ شانہ کو تمام مخلوق پر۔''

عن عبداللہ بن عمروؓ قال قال رسول اللہ یقال لصاحب القرأن قرأ وارتق ورتّل کما کنت ترتل فی الدنیا فان منزلک عند أخر أ یۃ تقرأبہا۔۳۳

''حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے منقول ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے قیامت کے دن صاحب قرآن سے کہا جائے گا قرآن شریف پڑھتا جا اور جنت کے درجوں پر چڑھتا جا، اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں اطمینان اور آرام سے تلاوت کرتا تھا، بس

تیرا مقام وہاں ہے جہاں تو آخری آیت پڑھتے ہوئے پہنچے۔"

عن علیؓ قال قال رسول االله من قرأ القراٰن فاستظهره فاحل حلاله وحرم حرامه ادخله الله الجنة وشفعه فی عشرة من اهل بیته کلهم قد وجبت له النار۔۳۴

"حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے قرآن پڑھا، پھر اس کو حفظ یاد کیا اور اس کے حلال کو حلال جانا اور حرام کو حرام، حق تعالیٰ شانہ اس کو جنت میں داخل کرینگے، اور اس کے گھرانے میں سے دس ایسے لوگوں سے متعلق اس کی شفاعت قبول فرمائینگے جن کے متعلق جہنمی ہونے کا حکم ہو چکا ہو گا۔"

خلاصہ

آج ہم جس دور سے گزر رہے ہیں، اس میں مسلمانوں کے مجموعی زوال کے اسبابوں میں سے ایک بڑا سبب قرآن کریم سے بے توجہی اور استغناء ہے، مسلمانوں میں سے ایک بہت بڑا طبقہ قرآن کریم کی ٹھیک طرح تلاوت کرنے پر قادر نہیں، قرآن کریم کے معنی اور حکمتوں کو جاننا تو دور کی بات ہے۔ لیکن اس کے برعکس جن خاندانوں اور جن گھرانوں میں قرآن کریم کی تلاوت بھی ہوتی ہے اور قرآن کریم کو سمجھنے کی جستجو بھی ہوتی ہے تو ایسے خاندان دنیا و آخرت دونوں اعتبار سے خوشحال خاندان ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا اگر ہم آخرت تو آخرت دنیا میں بھی ترقی کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے رویّوں میں تبدیلی لانے کی ضرورت ہے، ہمیں قرآن اور اہلِ قرآن کی محبت پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ نیز جیسے جیسے زمانے میں عہدِ نبویؐ سے بعد ہوتا جائے گا، ویسے ویسے قرآن کریم کی خدمت مشکل ہوتی جائے گی، اور یہ بات ہمارے معاشرے میں بالکل عیاں ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ اوّل تو لوگ قرآن کریم کو سیکھنے اور سمجھنے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور اگر کچھ لوگ تیار بھی ہو جائیں اور وہ کچھ نہ کچھ سیکھ بھی لیں تو وہ لوگ قرآن کریم کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش نہیں کرتے، کیونکہ ایسے لوگوں کو جو دن رات قرآن کریم کی خدمت میں مصروف ہیں، ہمارا معاشرہ انہیں تیسرے درجہ کا شہری سمجھتا ہے اور اس کے ساتھ برتاؤ بھی ویسا ہی کرتا ہے اور یہ بڑے خطرے کی بات ہے۔ لہٰذا معاشرے میں اس شعور کو بیدار کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ حاملینِ قرآن کو ان کا جائز مقام دیں، قرآن اور اہلِ قرآن کو ہر جگہ مقدم رکھیں تاکہ لوگوں میں قرآن کریم سیکھنے کا جذبہ پیدا ہو اور ہمارے معاشرے میں سدھار آ سکے اور ہم اور آئندہ آنے والی نسلیں پیش آمدہ فتنوں سے محفوظ و مامون ہو سکیں۔

حواشی و حوالہ جات

۱ زرقانی، محمد عبدالعظیم، شیخ، مناھل العرفان فی علوم القرآن، دار صادر، بیروت، ۸۰۰۲ء، ج۱، ص۱۷

۲ ابن منظور، علامہ، لسان العرب، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۸۸۹۱ء، ج۳، ص۲۱۷

۳ دانی، عثمان بن سعید، جامع البیان فی القراءات السبع المشهورة، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۵۰۰۲ء، ص۳۲

۴ ابن الجزری، محمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر، مصطفی محمد، مصر، ج۱، ص۴۲

۵ سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، مکتبہ نزار، مصطفی الباز، ریاض، ۶۹۹۱ء، ج۱، ص۲۷۱

۶ صمیدہ، مصطفی، فتح المالک، عباس احمد باز، مکہ، ج۴۱، ص۷۹

۷ مہدوی، قاسم بن سلّام، ابو عبید، کتاب فضاءل القرآن، دار ابن کثیر، بیروت، ۵۹۹۱ء، ص۶۴۳

۸ ایضاً

۹ زرقانی، محمد عبدالعظیم، شیخ، مناھل العرفان فی علوم القرآن، دار صادر، بیروت، ۸۰۰۲ء، ج۱، ص۹۹

۱۰ رمذی، محمد بن عیسٰی، جامع الترمذی، دار الفکر، بیروت، ۴۹۹۱ء، ج۴، کتاب القراءات، باب۱۹، ص۴۳۴، رقم الحدیث ۳۵۹۲

۱۱ ابن جزری، محمد بن محمد، ابوالخیر، النشر فی القراءات العشر، مطبعہ مصطفٰی محمد بمصر، ج۱، ص۲۲

۱۲ عثمانی، محمد تقی، مفتی، آسان ترجمہ قرآن، مکتبہ معارف القرآن، ۳۱۰۲ء، پارہ۳۱، سورہ۳۱، ع۱، آیۃ۷، ص۴۳۵

۱۳ عثمانی، محمد تقی، مفتی، آسان ترجمہ قرآن، مکتبہ معارف القرآن، ۳۱۰۲ء، پارہ۹۱، سورہ۶۲، آیۃ۵۹۱، ص۷۳۱۱

۱۴ عثمانی، محمد تقی، مفتی، آسان ترجمہ قرآن، مکتبہ معارف القرآن، ۳۱۰۲ء، پارہ۴۲، سورہ۱۴، آیۃ۴۴، ص۵۶۴۱

۱۵ عثمانی، محمد تقی، مفتی، آسان ترجمہ قرآن، مکتبہ معارف القرآن، ۳۱۰۲ء، پارہ۱۱، سورہ۹، آیۃ۸۲۱، ص۵۴۴

۱۶ قشیری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، بیروت، ۳۰۰۲ء، ج۳، کتاب الجهاد والسیر ۲۳، باب ۳، ص۱۶۲، رقم الحدیث ۲۳۷۱

۱۷ عثمانی، محمد تقی، مفتی، آسان ترجمہ قرآن، مکتبہ معارف القرآن، ۳۱۰۲ء، پارہ۲، سورہ۲، آیۃ۲۲۲، ص۹۳۱

۱۸ ابن جزری، محمد بن محمد، ابوالخیر، النشر فی القراءات العشر، مطبعہ مصطفٰی محمد بمصر، ج۲، ص۷۲۲

۱۹ امیر عبدالعزیز، دکتور، فقہ الکتاب والسنۃ، دار اسلام، مصر، ۹۹۹۱ء، ج۱، ص۳۴۳

۲۰ جصاص، احمد بن علی، احکام القرآن، سہیل اکیڈمی، لاہور، ۰۸۹۱ء، ج۱، ص۸۴۳

۲۱ عثمانی، محمد تقی، مفتی، آسان ترجمہ قرآن، مکتبہ معارف القرآن، ۳۱۰۲ء، پارہ۶، سورہ۵، آیۃ۶، ص۷۲۳

۲۲ ابن جزری، محمد بن محمد، ابوالخیر، النشر فی القراءات العشر، مطبعہ مصطفٰی محمد بمصر، ج۲، ص۴۵۲

۲۳ ترمذی، محمد بن عیسٰی، جامع الترمذی، دار الفکر، بیروت، ۴۹۹۱ء، ج۴، کتاب القراءات، باب۶۱، ص۱۴۷، رقم الحدیث ۹۱۹۲

۲۴ عثمانی، محمد تقی، مفتی، آسان ترجمہ قرآن، مکتبہ معارف القرآن، ۳۱۰۲ء، پارہ۱ ۲، سورہ۹ ۲، آیۃ۸۴، ص۶۴۸

۲۵ عثمانی، محمد تقی، مفتی، آسان ترجمہ قرآن، مکتبہ معارف القرآن، ۳۱۰۲ء، پارہ۱۴، سورہ۶۱، آیۃ ۱۰۳، ص۴۹۵

۲۶ عثمانی، محمد تقی، مفتی، آسان ترجمہ قرآن، مکتبہ معارف القرآن، ۳۱۰۲ء، پارہ۴ ۲، سورہ۱۴، آیۃ۴۴، ص۹۰۰۱

۲۷ عثمانی، محمد تقی، مفتی، آسان ترجمہ قرآن، مکتبہ معارف القرآن، ۳۱۰۲ء، پارہ۱۱، سورہ۱۰، آیۃ۱۵ـ۱۶، ص۰۵۴

۲۸ عثمانی، محمد تقی، مفتی، آسان ترجمہ قرآن، مکتبہ معارف القرآن، ۳۱۰۲ء، پارہ۲۱، سورہ۱۱، آیۃ۱۳ـ۱۴، ص۴۷۴

۲۹ عثمانی، محمد تقی، مفتی، آسان ترجمہ قرآن، مکتبہ معارف القرآن، ۲۰۱۳ء، پارہ ۱، سورہ ۲، آیۃ ۳۲-۴۲، ص ۴۷

۳۰ عثمانی، محمد تقی، مفتی، آسان ترجمہ قرآن، مکتبہ معارف القرآن، ۲۰۱۳ء، پارہ ۱۵، سورہ ۱۷، آیۃ ۸۸، ص ۸۱۶

۳۱ البخاری، محمد بن اسمٰعیل، صحیح البخاری، دار ابن کثیر، بیروت، کتاب ۶۶، باب ۱۲، ص ۳۵۳، رقم الحدیث ۲۰۵۷

۳۲ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، بیروت، ۱۹۹۴ء، ج ۴، کتاب فضاءل القرآن، باب ۵۲، ص ۵۲۴، رقم الحدیث ۵۳۹۲

۳۳ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، بیروت، ۱۹۹۴ء، ج ۴، کتاب فضاءل القرآن، باب ۸۱، ص ۹۱۴، رقم الحدیث ۳۲۹۲

۳۴ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، بیروت، ۱۹۹۴ء، ج ۴، کتاب فضاءل القرآن، باب ۱۳، ص ۴۱۴، رقم الحدیث ۴۱۹۲